ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

قیام پاکستان سے قبل اردو میں اصطلاحات سازی کا تحقیقی جائزہ

A RESEARCH REVIEW OF TERMINOLOGY IN URDU BEFORE THE ESTABLISHMENT OF PAKISTAN

ڈاکٹر نذیر احمد

لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر محفوظ احمد

لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر زینت النساء

لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

ڈاکٹر عرفان منظور

لاہور گیریژن یونیورسٹی لاہور

Abstract

Terminology in any language takes place as the language is invented however its development is linked to the development of language. Systematic beginning of terminology in sub-continent came with the arrival of the British. The British established numerous institutes including Fort saint Jorge College Madras, Fort saint William College Kolkata, Deli College Delhi, Civil engineering College Rurdki for purpose of learning Urdu language. It is also an interesting effect that due fascination with scientific knowledge the Muslim rulers established many institute in which English terms were translated into Urdu language such as Dar-ul- tarjuma jamia Usmania Hader abad daccan, Madrassa Mahmodia Fakhria Hyder Abad Daccan, Sutania liberary Owadh. Due to keen intrest of scientific knowledge Sir Syed Ahmad Khan established many scientific Scoties and Anjuman Taraq- e – Urdu dehli. However Dar-ul- Tarjuma Jamia Usmania played a great role in formulating the principles of terminology in Urdu

Key words: . Terminolgy, Establishment of the British, Fot saint Jorge College, Fort William College, Civil engineering College Rurdki, Sir Syed Ahmad khan,s Scientific Socities, Anjuman Taraqi e Urdu Delhi, Dar ul Tarjuma Jamia Usmania daccan,

اصطلاحات سازی کا عمل زبان کے ایجاد ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے زبان کا دامن وسیع ہوتا جاتا ہے۔ اصطلاحات سازی کا احساس شدت اختیار کرتا جاتا ہے۔ اگرچہ اردو زبان کے ابتدا ہی سے اصطلاحات سازی کا عمل شروع ہو چکا تھا مگر باقاعدہ طور پر اردو زبان میں اصطلاحات سازی کا عمل انگریز سرکار کی برصغیر پاک و ہند میں آمد سے ہی شروع ہوا۔۔

فورٹ سینٹ جارج کالج مدراس(1717)

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اردو میں اصطلاحات سازی کا باقاعدہ آغاز فورٹ ولیم کالج سے ہوا۔ راقم کے خیال میں یہ رائے درست نہیں ہے کیوں راقم کے مطالعہ میں ایک کتاب "فورٹ سینٹ جارج کالج"از مصنف ایم افضل الدین اقبال گزری ہے۔ یہ مصنف کا پی ایچ۔ڈی مقالہ ہے جو عثمانیہ یونیورسٹی سے 1975 میں مکمل ہوا۔ جسے بعد میں حیدر آباد دکن سے کتابی صورت میں بھی چھاپا گیا۔ مذکورہ مقالے میں مقالہ نگار نے تحقیق کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مدراس میں 23 اپریل 1640 کو قصہ چینا پیٹن کے مقام پر عبداللہ شاہ قطب کے مشیر سرکاری ہندو راجہ گیری سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے ایک سال کے پٹے (کرایے) پر زمین حاصل کر کے قلعہ بند کوٹھی کی تعمیر شروع کی۔ یہ تعمیر چوں کہ 23 اپریل (سینٹ جارج ڈے) کے دن شروع ہوئی جو عیسائیوں کا ایک مقدس دن ہے اس لیے اس فورٹ کا نام بھی فورٹ سینٹ جارج رکھا گیا۔ اس عمارت کو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

مکمل ہونے میں 3 سال لگے۔ ہندوستان کی سرزمین پر یہ پہلی انگریز سرکار کی تعمیر کردہ عمارت تھی جسے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ایک چرچ کے طور پہ استعمال کیا گیا۔ جب عمارت بن گئی تو ہندو راجہ چندر گیری نے سابقہ شرح (پٹا کرایہ) کے مطابق مزید زمین بھی انگریز کو دے دی۔ یوں انگریزوں نے عمارت کی توسیع پہ کام شروع کر دیا۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اس عمارت کو عیسائیت کی بادت گاہ اور تبلیغ کے لیے استعمال میں لایا جاتا رہا۔ ایک عیسائی پادری جسے فادر ابراہیم کے نام سے جانا جاتا ہے اس نے یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین کو عیسائیت کی تعلیم دینا شروع کی۔ منقول ہے کہ عیسائی پادری عربی اور فارسی کا بھی عالم تھا۔ 1717 میں اس عمارت کو انگریز گورنر جوزف کلٹ نے سینٹ جارج سکول کا نام دیا۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازمین کو پیشکش کی گئی کہ جو کوئی یہاں کی مقامی زبانیں (ہندی، فارسی، اردو) سیکھے گا اسے بے پناہ مراعات دی جائیں گی۔ جو ہندوستان سے جونیئر منشی (رائٹر) فارسی سیکھتا اسے 30 روپے ماہوار وظیفہ دیا جاتا۔ 1818 میں اسے کالج میں تبدیل کر دیا گیا۔ فورٹ سینٹ جارج کالج میں شعبہ تعلیم، دکھنی، فارسی، ہندوستانی، عربی، سنسکرت، قانون، تامل، ملیالم، زبانوں پر قائم کیا گیا۔ ان زبانوں کے علاوہ یہاں داستان، صرف و نحو، قواعد، لغت، تاریخ، مذہب، تمدن، ریاضی پر بے شمار کتب لکھی گئیں۔ اگر اس کالج کو قانون کا کالج قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا کیوں کہ ابتدا میں یہاں جونیئر منشی تعلیم حاصل کرنے آتے تھے بعد ازاں وکیلوں اور ججوں کو بھی بلوا کر تعلیم اور تربیت دی جاتی۔ فورٹ سینٹ جارج نے یہاں مقامی منشیوں کو بھی تعینات کیا مگر مقامی منشی بہت قلیل تھے۔ شاید یہاں کے مقامی لوگ انگریز کے ہاں منشی بننے میں ہتک محسوس کرتے تھے اور دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ مقامی لوگوں میں شاذ ہی ایسا شخص ہوتا تھا جو مقامی بولیوں کے ساتھ انگریزی زبان بھی جانتا ہو۔ مذکورہ کالج میں تصنیف و تالیف اور ترجمہ کے لیے باقاعدہ ایک شعبہ تصنیف و تالیف قائم کیا گیا جس میں مذہب، اخلاقیات، تمدن، تاریخ، فلسفہ، صرف و نحو اور لغت وغیرہ پر کام کیا گیا۔ فورٹ سینٹ جارج کالج نے اپنا کتب خانہ بھی قائم کیا۔ جو کتب انگریز سرکار کو بھاتیں ان پہ انعام و اکرام بھی دیا جاتا۔ اس کالج نے اردو زبان میں بہت کم جب کہ دکھنی زبان میں کثیر ذخیرہ چھوڑا۔ شاید یہی وجہ ہے جب بھی ترجمہ نگاری یا اصطلاحات کا تذکرہ کیا جاتا ہے اس کا باقاعدہ منظم آغاز فورٹ ولیم کالج سے ہی کیا جاتا ہے۔ پروفیسر رفیعہ سلطانہ اس کالج کی کارکردگی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

> "ایسٹ انڈیا کمپنی نے جنوبی ہند کی زبانوں میں اردو کی اس قدیم شکل کو دکھنی کا نام دیکر اس کی توسیع و شاعت میں خاطر خواہ حصہ لیا ہے جہاں کلکتہ میں ہندوستانی میں کتابیں تیار کی جا رہی تھیں وہیں مدرس میں قدیم شکل دکھنی کا پرچار ہو رہا تھا" (1)

فورٹ ولیم کالج مین انگریز مصنف ہینری ہیرس کی پہلی کتاب "ہندوستانی زبان کا تجزیہ اور اس کے قواعد" 1791 میں فورٹ سینٹ جارج کے اپنے چھاپہ خانے سے شائع ہوئی۔ اسی طرح 1820 میں تراب علی نامیؔ کی 1820 میں وسیط النحو، ابراہیم بیجاپوری کی دکنی انوارِ سہیلی 1824 میں چھپی۔ دیگر کتب میں ملکہ زمان و کام کندلہ، سنگھاسن بتیسی، فوجی قوانین، قواعد اور تعلیمِ فوج، رسالہ حروفِ تہجی، تعلیم نامہ، صنعت الحریر (ریشم بانی کی صنعت)، میزان الحساب، قانون خرد کورٹ، گلستانِ سہ باب، قواعدِ لشکری، عربی حکایتِ لطیفہ، سرکولر آرڈریس، بکاؤلی، چہار درویس، گلستانِ ہندی وغیرہ ہیں۔

سینٹ فورٹ جارج کالج میں انگریز مصنفین کی تعداد بہت قلیل ہے مشہور مصنفین میں جان اسٹوکس، اے۔ بی۔ آربوتھ نٹ، ایڈورڈ بالفور، بنجامن شلٹر جب کہ مقامی مصنفین میں تراب علی نامیؔ، حسن علی ماہلیؔ، ابراہیم بیجاپوری، سید حسین شاہ حقیقت، قاضی ارتضاد، علی خان، مرزا عبد الباقی وفا کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

فورٹ سینٹ جارج کالج میں فوجداری اور قانون کی اصطلاحوں کو اردو اور دکھنی زبانوں میں منتقل کیا گیا۔ یہ ایک قانون کی تعلیم کا کالج تھا جسے تربیت گاہ کے طور پہ بھی استعمال میں لایا جاتا رہا۔ فورٹ ولیم کالج کے بننے کے بعد انگریز سرکار کی زیادہ توجہ اس کی طرف ہوگئی اور یوں یہ کالج 1854 تک چلتا رہا بعد میں اسے انگریز سرکار کی رہائش کے لیے ہی استعمال میں لایا جاتا رہا۔

فورٹ ولیم کالج کلکتہ (1800)

بعض محققین کے خیال میں اردو میں اصطلاحات سازی کا باقاعدہ منظم آغاز اٹھارہویں صدی کی اوائل میں فورٹ ولیم کالج سے ہوا۔ یہ کالج کلکتہ میں گورنر جنرل مرکوئس لارڈ ویلزلی کی ایما پر 1800 میں قائم کیا گیا۔ اس کالج کے پہلے پرنسپل ڈاکٹر جان بورتھوک گلکرسٹ تھے۔ انگریز پرنسپل ڈاکٹر جان بورتھوک گلکرسٹ نے یہ محسوس کیا کہ جب تک مقامی باشندوں کی بولی کو سیکھا نہ جائے گا ان پر حکومت کرنا ممکن نہ ہوگا۔ سو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسی کالج میں ترجمہ سوسائٹی کے ذریعے مختلف علوم و فنون کے تراجم کا کام شروع کیا گیا۔ اصطلاحات سازی در حقیقت ترجمہ نگاری کی ہی ایک ذیلی شاخ ہے جس میں ترجمہ کے ذریعے الفاظ و تراکیب کی اصطلاحیں وضع کی جاتی ہیں۔ فورٹ ولیم کالج نے نظم کی جگہ نثر کی ترویج و اشاعت میں گراں قدر حصہ ڈالا۔ کالج ھٰذا کے پرنسپل ڈاکٹر گلکرسٹ نے دو جلدوں پر مشتمل انگریزی ہندوستانی لغت کی ترتیب و تالیف کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ذریعے بہت سی انگریزی اصطلاحوں کو اردو میں داخل کیا۔ فورٹ ولیم کالج کے ایک مصنف تھامس روبک نے بحری فوج کی اصطلاحوں پر مشتمل ایک لغت (Naval) 1811 میں شائع کیا جس میں عسکری اصطلاحوں کو نہ صرف برتا گیا ہے بلکہ مقامی زبان کے الفاظ و تراکیب کو قبول کرنے کے ضوابط بھی بیان کیے گئے ہیں۔ اسی طرح فرانسس کلیڈون نے فارسی ہندوستانی ڈکشنری، کیری ول نے بنگالی زبان کی ڈکشنری، ولیم ہنٹر اور جان ولیم ٹیلر نے ہندوستانی انگلش ڈکشنری، کیپٹن ولیم پرائس نے کھڑی بولی اور انگریزی لغت کی ترتیب کے دوران بہت سی غیر ملکی زبان کی اصطلاحوں کو اردو زبان میں منتقل کیا۔ اسی طرح فورٹ ولیم کالج میں ہندوستانی تاریخ پر مفصل کتاب "مجموعہ گنج" لکھی گئی۔ کتاب کا 1845 ہے۔ یہ کتاب کلکتہ کے سکول بک سوسائٹی پریس میں چھپی۔ یہ کتاب کل 217 صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں 38 عنوانات کے تحت ہندوستان کی تاریخ، جغرافیہ، رسوم ورواج اور تجارت کو بیان کیا گیا ہے۔ فورٹ ولیم کالج میں پہلی بار تالیف و ترجمہ کا شعبہ قائم کیا گیا۔ جن مترجمین کو تالیف و ترجمہ کی ذمہ داری دی جاتی انھیں منشی یا فاضل منشی کہا جاتا تھا۔ ہندوستان کے مقامی منشیوں نے یوں اصطلاحات کا ایک بیش بہا خزانہ اردو کے دامن میں سمویا۔

شاہانِ اودھ (لکھنؤ) 1817

شاہانِ اودھ کے بعض فرماں رواؤں کے دل میں بھی انگریزی اصطلاحوں کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کا ارادہ پیدا ہوا۔ اس خاندان نے ہندوستان پر 143 سال حکومت کی۔ شاہانِ اودھ نے اپنا مرکز لکھنؤ مقرر کیا۔۔ اس خاندان نے پہلے فرماں روا میر محمد امین نواب سعادت خان برہان الملک نے اودھ خاندان کے دورِ حکومت کی بنیاد رکھی۔ یوں تو اس خاندان کے 14 حکمرانوں نے اودھ پر حکومت کی مگر نواب غازی الدین حیدر اور نواب نصیر الدین حیدر کے ادوار میں بھی بہت سی سائنسی اصطلاحوں کو اردو میں منتقل کیا گیا۔ اس لحاظ سے ان دونوں حکمرانوں کا دور علم دوستی کا عہدِ زریں رہا۔ شاہانِ اودھ نے علم، تجارت اور حکومت کے لیے لکھنؤ کو مرکز بنایا۔ لکھنؤ میں جہاں مرثیہ کو عروج ملا وہاں ان فرماں رواؤں کے شوق کے سبب ترجمہ نگاری کو بھی فروغ ملا۔ سید کمال الدین حیدر جو شاہانِ اندلس میں شاہزادوں کے اتالیق رہ چکے تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب "قیصر التواریخ (جو شاہان، اندلس کی مفصل تاریخ ہے) میں نواب نصیر الدین حیدر اور ان کے باپ نواب غازی الدین حیدر کے علم دوست کارناموں کا ذکر کیا ہے۔

اودھ کے فرماں رواں بالخصوص نواب غازی الدین حیدر (دورِ حکومت 1817 تا 1827) اور ان کے جانشین شاہ زماں نواب نصیر الدین حیدر (دورِ حکومت 1827 تا 1837) نے لکھنؤ میں سلطانی کتب خانہ مقرر کیا۔ عرب و عجم کے علما سے انگریزی علوم کے عربی، فارسی اور اردو تراجم کروائے۔ نواب نصیر الدین حیدر کی فرمائش پر سید کمال الدین حیدر نے انگریزی سائنسی علوم کے کم و بیش 19 رسائل کا اردو ترجمہ کیا۔ جن میں سائنسی اصطلاحوں پر مشتمل درج ذیل رسالے ہیں:

"رسالہ ہیئت انگریز مصنف ڈاکٹر ولسن، مترجم سید کمال الدین حیدر الحسینی

"رسالہ دیگر ہیئت مصنف ڈاکٹر برنگلی مترجم سید کمال الدین حیدر الحسینی

"رسالہ علومِ طبیعہ (فزکس) مصنف ڈاکٹر برنگلی مترجم سید کمال الدین حیدر الحسینی

"رسالہ قوتِ مقناطیس مصنف نامعلوم مترجم سید کمال الدین حیدر الحسینی

"رسالہ علم المناظر مصنف نامعلوم مترجم سید کمال الدین حیدر الحسینی

"رسالہ علم الما مصنف نامعلوم مترجم سید کمال الدین حیدر

رسالہ علم کیمیا مصنف نامعلوم مترجم سید کمال الدین حیدر

"رسالہ علم الہوا مصنف نامعلوم مترجم سید کمال الدین حیدر

"رسالہ علم الحرارۃ مصنف نامعلوم مترجم سید کمال الدین حیدر

1841 میں نوشیر واں عادل، نواب محمد علی شاہ بادشاہ غازی کی ایما پر سید کمال الدین حیدر الحسینی نے انگریز مصنف لارڈ بروم کی انگریزی کتاب کا ترجمہ "رسالہ مقاصد العلوم" کے عنوان سے کیا۔ یہ صرف انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہی نہیں ایک طرح کی شرح بھی ہے جس میں سید کمال الدین حیدر نے مختلف سائنسی وطبّی علوم کی تفصیل بھی پیش کی ہے۔ یہ رسالہ اودھ خاندان کے شاہی مطبع سلطانی لکھنؤ سے 1841 میں چھپا۔ رسالے کے شروع میں فاضل مترجم نے اس رسالے کے مقاصد کچھ اس طرح بیان کیے:

"حسب الحکم ابوالفتح معین الدین سلطان الزماں نوشیرواں عادل محمد علی شاہ بادشاہ غازی حسبِ فرمائش، محکمہ اجلاس جنرل کامٹی اسکول بک سوسائٹی کے عاصی سراپا معاصی سید کمال الدین حیدر عرف محمد امیر الحسن الحسینی نے زبانِ اردو ترجمہ کیا"(2)

دہلی کالج(1825)

اصطلاحات سازی کے ضمن میں دہلی کالج نے بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ ابتدا میں یہ کالج غازی الدین خان کا مدرسہ تھا۔ یہ مدرسہ 1797 میں دہلی میں قائم ہوا۔ 1825 میں یہی مدرسہ دہلی کالج میں تبدیل ہوگیا۔ دہلی کالج کے پہلے پرنسپل ایک انگریز مسٹر ایف بتروس تھے۔ مذکورہ کالج غیر سرکاری افراد کے چندہ و عطیات سے چلتا تھا۔ کالج کے اخراجات کا بیشتر حصہ انگریزوں کے مالی تعاون سے چلتا رہا۔ سرکاری طور پر اسے محض یہ سہولت ہی میسر رہی کہ مذکورہ کالج کے چھاپہ خانے سے شائع ہونیوالی بیشتر کتب حکومت خرید کر اسکولوں، کالجوں اور لائبریریوں کو عطیہ کردیتی۔ دہلی کالج کے اغراض و مقاصد میں عربی، فارسی، سنسکرت اور انگریزی نصابی کتب کا اردو، ہندی اور بنگالی زبانوں میں تراجم کرنا وغیرہ شامل تھا۔ مگر افسوس کہ کالج ھٰذا سے منسلک مترجمین نے صرف اردو زبان میں ہی کم و بیش 150 کتب کے تراجم کیے ہندی اور بنگالی زبانوں میں کوئی بھی کاوش منظرِ عام پر نہ آسکی۔ دہلی کالج میں نصابی ضرورت کے تحت مختلف علوم کی کتب کو اردو ہندی اور بنگالی زبان میں منتقل کرنے کے لیے 1835 میں "ایجوکیشن کمیٹی" قائم کی گئی۔ اس کمیٹی نے مختلف مضامین پر مشتمل ایک تالیف "بنگالی انسائیکلوپیڈیا" ہی مرتب کی۔ البتہ کمیٹی نے ایک رپورٹ تشکیل دی جس میں اصطلاحات سازی، تراجم نگاری کی اہمیت کو موثر انداز میں بیان کیا گیا۔ چناں چہ کمیٹی کی اسی رپورٹ کے پیشِ نظر 1841 میں دہلی ورنیکلر ٹرانسلیشن سوسائٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔

اس سوسائٹی کے قیام کے بارے میں مولوی عبدالحق صاحب اپنی کتاب "مرحوم دہلی کالج" میں بیان کرتے ہیں:

> "ایک اور تحریک اسی غرض سے علم کے بعض سچے شائقین اور دیسی زبانوں کے ہمدردوں کی سعی اور توجہ سے عمل میں آئی اور "انجمن اشاعتِ علوم بذریعہ السنہ ملکی" قائم کی گئی۔ اس کا مقصد اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اس کی غرض یہ تھی کہ ان مشکلات کو رفع کرے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے اور ترجمے یا جدید کتب کی تالیف کے ذریعے سے ہندوستان کی زبانوں کی ترقی میں کوشش کی جائے"(3)

اس سوسائٹی نے مجموعی طور پر سائنس، طب، تاریخ، جغرافیہ، قواعد اور ادب پر مشتمل 150 کتب کے تراجم کیے۔ ان تراجم کے دوران سائنسی اصطلاحات کے کارآمد اصول بھی وضع کیے۔ انھی اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بعد میں آنے والے اداروں اور تحریکات نے اصطلاحی مساعی کیں۔ مذکورہ سوسائٹی نے سائنسی اصطلاحات، علمی اصطلاحات بالخصوص تاریخ، جغرافیہ، مساحت، فلکیات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیں۔ اصطلاحات سازی کے ضمن میں اسی ادارہ کے پرنسپل مسٹر ایف بتروس، مسٹر اسپرنگز اور ماسٹر رام چندر لال کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔ 1857 کی جنگِ آزادی نے اس کالج کو نیست و نابود کردیا۔ بعد ازاں یہ کالج انگریز سرکار کی قیام گاہ کے طور پر استعمال میں لایا جاتا رہا۔

دہلی کالج میں اصطلاحاتِ علمیہ کی جو کاوشیں کی گئیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆"رسالہ کیمسٹری" مترجم پارکر، ☆الجبرا مترجم پارکر ☆میکانیات مترجم لارڈنر ☆اصولِ علمِ ہیئت مترجم ہرشل ☆جغرافیہ طبعی مترجم ٹریل ☆مساحت مترجم ٹھیوڈوٹمک ☆طبعیات مترجم ارناٹ ☆رسالہ مقناطیس مترجم لارڈنر (یہ انگریزی کتاب لائبریری آف یوزفل نالج کا ترجمہ ہے) ☆رسالہ جراحی مترجم نامعلوم ☆علم المناظر مترجم فلپ ☆رسالہ حرارت مترجم لارڈنر (یہ بھی لائبریری آف یوزفل کے اقتباسات کا ترجمہ ہے) رسالہ علمِ برق مترجم راجٹ ☆رسالہ اصولِ حساب مترجم ڈی مارگن۔

مدرسہ محمودیہ فخریہ حیدرآباد دکن(1845)

حیدرآباد دکن کے عثمانیہ فرماں روا، شمس الامرا نواب فخرالدین کی خدمات لائقِ تحسین ہیں۔ نواب صاحب چوں کہ علم دوست انسان تھے سو ان کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ جدید سائنسی علوم کو اردو میں منتقل کیا جائے۔ نواب صاحب نے 1845 اس شوق کی تکمیل کے لیے میں اپنا مدرسہ "فخریہ حیدرآباد دکن" قائم کیا۔ ملک کے طول و عرض سے علما کو اکٹھا کیا۔ ان کو اپنے مدرسہ میں قیام و طعام کی سہولتیں دیں۔ اسی مدرسہ کے اندر نواب صاحب نے اپنا ذاتی مطبع "سنگی چھاپہ خانہ" بھی بنایا۔ نواب صاحب نے مدرسہ فخریہ حیدرآباد دکن میں ایک شعبہ

" تصنیف و تالیف و ترجمہ " قائم کرکے بے شمار سائنسی علوم کی اصطلاحوں کو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کروائیں۔ نواب صاحب علمِ ریاضی، علمِ فلکیات، حیوانیات اور کیمیا میں خاص شغف رکھتے تھے۔ نواب فخرالدین، شمس الامرا نے اپنی سلطنت میں پہلی بار ایک رصد گاہ بہ نام " جہاں نما" بنوائی۔ چاند اور ستاروں کو دیکھنے کے لیے دوربینوں کا اہتمام کیا۔ چوں کہ نواب صاحب یہ سارا اہتمام اپنے ذاتی شغل کے لیے انجام دے رہے تھے اس لیے ان کی علم دوست کاوشوں کی کچھ زیادہ تشہیر نہ ہوسکی۔ نواب صاحب نے اپنے قلم سے اور دیگر علما کے قلم سے جو کتابیں طبع کیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

"رسالہ مختصر جرّ ثقیل" اور رسالہ" اصولِ حساب" 1839

"رسالہ کسوراتِ اعشاریہ" 1836

"رسالہ اصطرلاب کروی" 1839

"ستۂ شمسیہ" یہ مجموعہ 6 رسائل (رسالہ علمِ جر ثقیل، رسالہ علمِ ہیئت، رسالہ علمِ آب، رسالہ علمِ ہوا، رسالہ علمِ نظارہ، رسالہ'' "علمِ مقناطیس" پر مشتمل ہے جو 1839 میں شائع ہوا۔

یہ رسالہ نواب شمس الامرابہادرامیر کبیر کے حکم پر1843ترجمہ ہوا''کمیسٹری کا مختصر رسالہ ''انگریز مصنف ریونڈ جانسن کی کتاب کا

" رسالہ مفتاح الافلاک" جو 1844 میں نواب نصیر الدین احمد والیِ اودھ کی فرمائش پر شائع ہوا۔

نواب صاحب نے ترجمہ نگاری بیںعام فہم زبان استعمال کی ہے۔علاوہ ازیں اختصار و جامعیت کے ساتھ صرف مدعا کی تشریح کی ہے۔دیگر فلسفیانہ موشگافیوں سے اپنے قلم کو دور ہی رکھا ہے۔زبان بر محل، سادہ و رواں ہے جو اس بات کا مظہر ہے کہ نواب صاحب شوق کے ساتھ ترجمہ کے قواعد سے بھی آشنا تھے۔نواب صاحب نے اس شوق میں اپنے فرزندِ ارجمند عمدۃ الملک نواب رفیع الدین خان کو بھی ساتھ رکھا۔یوں نواب رفیع الدین کی ایما سے 1835 میں رسالہ علمِ ہند، 1836 میں رفیع الحساب ، 1837 میں رفیع البصر، 1837 رفیع الصنعت،1832 میں رفیع التراکیب جیسی کتب کو ترجمہ نگاری کے ذریعے سنگی کتب خانہ سے شائع کیا

صرف یہی نہیں شاہانِ عثمانیہ کے دیگر شاہان نے اپنی ایما پر سائنسی کتب کے تراجم کروائے۔1867 میں نواب ابوالخیر بہادریار جنگ شمس الامرا کی ایما پر انگریز مصنف ایمانی ہانیمن کی ہومیو پیتھک کتب کا ترجمہ " ہومیو پاتک " کے عنوان سے کروایا۔اس ترجمہ کے لیے حیدر آباد کے عالم انگریز" جان مارکس" نے کیا۔یہ کتاب حیدر آباد کے رحمانی مطبع سے شائع ہوئی۔اس مختصر کتاب کی طوالت 67 صفحات ہے۔

سول انجینئر نگ کالج رُڑکی(1854)

برصغیر پاک وہند میں انگریز سرکار نے اپنا تسلط قائم کرنے کے بعد اپنی سلطنت اور سطوت کو مزید برقرار رکھنے کے لیے ایک طرف تو ترقیاتی کاموں کے جال بچھا کر عوام کے دلوں میں ہمدردی اور مسیحائی کے دیپ روشن کیے تو دوسری طرف ذاتی مفادات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے لیے اور اپنی فوج کے لیے سہولتوں کا سامانِ فراواں بھی تیار کر لیا۔ چناں چہ1854میں ریاست اترپردیش کے ایک قصبہ رُڑکی میں سول انجینئر نگ کالج قائم کیا۔ معتدل آب وہواوالا یہ چھوٹا سا یہ قصبہ اڑھائی لاکھ آبادی پر مشتمل ہے۔پہلے یہ ریاست ااترپردیش کا حصہ تھا آج کل ریاست اتراکھنڈ، ضلع ہر دوار اکا حصہ ہے۔

انگریز سرکار اس سے قبل سینٹ جارج کالج مدراس، فورٹ ولی کالج کلکتہ، دہلی کالج میں مختلف سائنسی مضامین (طب، فلکیات، جغرافیہ، حیاتیات، نباتیات، طبعیات، کیمیا وغیرہ) کی نہ صرف انگریزی اصطلاحات کو اردو میں ترجمہ کروا چکی تھی بلکہ ان مضامین کی فرہنگیں بھی کتابی صورت میں مرتب کر چکی تھی۔ سول انجینئر نگ سائنس کا ہی ایک حصہ ہے مگر اس کی طرف نہ تو مقامی قیادت کی طرف سے کوئی جستجو کی گئی نہ ہی انگریز سرکار کی طرف سے۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ رُڑکی میں یہ کالج سول انجینئر نگ کی تعلیم کے حصول کا پہلا منفرد کالج تھا۔ ابتدا میں اس کا نام سول انجینئر نگ کالج رکھا گیا۔ بعد میں انگریز سر تھامسن کے نام سے اسے 1854 میں تھامسن انجینئر نگ کالج کے نام سے تبدیل کر دیا گیا۔ ہندوستان میں آج بھی یہ کالج سائنسی مضامین بالخصوص انجینئر نگ کے تمام شعبہ جات میں تعلیم دے رہا ہے بلکہ اب تو اسے یونیورسٹی کا درجہ بھی مل چکا ہے۔رُڑکی انجینئر نگ کالج کا پہلا پرنسپل ایسٹ انڈیا کمپنی سے تعلق رکھنے والا لیفٹیننٹ آر میکلین تھا۔ یہ کالج 1857 کی جنگ آزادی سے متاثر تو ہوا مگر اس نے اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ یوں انگریز سرکار کے تعاون سے1874تک معمول کے مطابق چلتا رہا۔ ابتدا میں یہاں صرف سول انجینئر نگ کے دو شعبہ جات ایک اعلیٰ فوجی افسران کے لیے جب کہ دوسرا معمولی درجے والے برطانوی فوجیوں کے لیے کھولا گیا تھا۔ بعد میں سیاسی مصلحت کے تحت مقامی لوگوں کے لیے بھی مقامی زبانوں (اردو، ہندی) میں انجینئر نگ اور آرٹس کے مضامین پر مشتمل ایک شعبہ قائم کر دیا گیا۔

انگریز چوں کہ برصغیر میں تعمیراتی منصوبے (سڑکیں، انہار کے پُل، ڈاک خانے، ریلوے ٹریک، ٹیلی گراف، کاشت کاری وغیرہ) کے لیے کارکنوں کو فنی تعلیم (ہنر) دیکر اپنے شانہ بشانہ استعمال کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے یہاں کے مقامی لوگوں کو بھی فنی تعلیم دینے کا فیصلہ کیا۔ اس کالج مین طلبا کو تعلیم کے ساتھ مالی وظیفہ بھی دیا جاتا تھا۔ مذکورہ کالج میں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

ہندو اور مسلم طلبا تعلیم حاصل کرتے تھے۔ کالج کے انگریز معلمین کے ساتھ مقامی اساتذہ جنھیں منشی یا نیٹو ماسٹر کہا جاتا تھا اپنی خدمات انجام دیتے تھے۔ مشہور اساتذہ میں رائے منّو لال (فرسٹ نیٹو ماسٹر بعد ازاں ہیڈ نیٹو ماسٹر)، لالہ بہاری لال (فرسٹ نیٹو ماسٹر، بعد ازاں ہیڈ نیٹو ماسٹر)، کنہیا لال (سب اسسٹنٹ سول انجینئر)، شنبھو داس (اسسٹنٹ نیٹو ماسٹر، معاون استاد)، شیخ بیچا (معاون استاد یا سیکنڈ نیٹو ماسٹر)، رائے موہن لال اور جگ موہن لال شامل تھے۔ اس کالج نے سول انجینئرنگ (مثلاً دریاؤں کی تعمیرات، پل بنانے، عمارتیں بنانے، زمین ہموار کرنے، زمین کی کھدائی، کاشت کاری، پیمائش کرنا، زمین ماپنا،) جب عمومی علوم جیسا کہ سیر و سیاحت، حساب داری، جغرافیہ، قواعد وغیرہ پر نہ صرف انگریزی اصطلاحوں کو ترجمہ نگاری کے ذریعے اردو کے قالب میں ڈھالا بلکہ کثیر علمی سرمایہ کتابی شکل میں بھی محفوظ کیا۔ اس کالج کا اپنا ذاتی چھاپہ خانہ بھی تھا۔ تمام کتب اور رسائل اسی چھاپہ خانے سے شائع کیے جاتے تھے۔ راقم کی نظر میں تھامسن انجینئرنگ کالج رُڑکی سے شائع ہونے والی اصطلاحاتی کتب کی فہرست درج ذیل ہے:

اُصولِ علمِ جغرافیہ اور ترکیب بنانے نقشہ کرہ زمین کی مرتبہ رائے منُولال، 1850

"رسالہ در باب راجباہوں کے" مرتبہ رائے منُولال، 1852

" رسالہ در باب مظبوطی اشیائے سامانِ تجارت " مرتبہ رائے منُولال سالِ 1851

"رسالہ در باب دریاؤں کے پلوں ہند کے" مرتبہ رائے منُولال، 1854

"اصولِ جبر و مقابلہ" مرتبہ رائے منُولال، 1853

"رسالہ در باب تعمیرات" مرتبہ رائے منُولال، 1856

"استعمالِ جرِّ ثقیل" مرتبہ لالہ بہاری لال، رائے منُولال، 1856

"رسالہ علمِ مساحت" مرتبہ لالہ بہاری لال، 1857

"رسالہ در باب بیانِ کھدائی مٹی" مرتبہ لالہ بہاری لال، 1854

"پیمائشِ خسرہ (ہندوستانی طور پر پیمائش کھیتوں کی)" مرتبہ لالہ بہاری لال، 1857

"رسالہ در باب فنِ نجاری" مرتبہ لالہ بہاری لال، 1870

"رسالہ در باب پُلوُں کے بیان میں" مرتبہ لالہ باری لال، 1870

"مجموعہ سامانِ عمارت" مرتبہ لالہ بہاری لال، 1886 طبع سوم

"بیان نقشہ کھینچنے طرح طرح کے محرابوں کا جو تعمیرِ مکانات میں مستعمل ہیں" مرتبہ کنہیا، 1854

"رسالہ در بیان داغ بیل لگانے سڑکوں و نہروں کے خمدار حصوں کا مرتبہ "کنہیا لال، 1854

"رسالہ در باب آلاتِ پیمائش و ترکیبِ پیمائش" مرتبہ کنہیا، 1857، طبع دوم

"رسالہ بیان لوگارتھم و ٹیبل لوگارتھم (ریاضی)" مرتبہ شنبھو داس، 1862

"رسالہ در باب پیمائش" مرتبہ شنبھو داس، 1888

"رسالہ علمِ مساحت" مرتبہ لالہ موہن لال، 1857

"قواعدِ حساب فنِ انجینئرنگ" مرتبہ لالہ جگ موہن لال، 1857

"سولات تحریرِ اقلیدس" مرتبہ لالہ جگ موہن، 1857

امثالِ تخمینہ عمارت" مرتبہ شیخ بیچا، 1888

"ترکیبِ پیمائسِ جریب و پلین ٹیبل" مرتبہ نامعلوم، 1858

"قاعدے علمِ حساب کے" مرتبہ نامعلوم، 1858

"بولیوٹریورس ٹیبل" مرتبہ نامعلوم، 1858

"کنوؤں کی بنیادوں میں" مرتبہ نامعلوم، 1858
"کتاب نہر کنگ کی (اردو میں)" مرتبہ نامعلوم، 1858
سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ (1864)

ہندوستانی عوام کو جدید علوم وفنون بالخصوص زراعت، سائنس، ٹیکنالوجی اور جیالوجی سے آشنا کرنے کے لیے سر سید احمد خان نے اپنی رہائش گاہ واقع غازی پور، شمس منزل، محلہ میاں پورہ لال کوٹھی میں 9 جنوری 1864 کو ایک سوسائٹی کی بنیاد رکھی۔ اس سوسائٹی کا نام بھی سر سید نے "سائنٹیفک سوسائٹی" ہی رکھا۔ ان دنوں سر سید غازی پور میں سرکاری ملازم تھے۔ 1867 تک یہ سوسائٹی غازی پور میں ہی متحرک رہی مگر 1867 میں سر سید کے تبادلے کے سبب یہ سوسائٹی علی گڑھ میں منتقل ہو گئی۔ 9 جنوری 1864 کے دن جب غازی پور میں سائنٹیفک سوسائٹی کی بنیاد رکھی گئی اس وقت کم و بیش 109 افراد نے شرکت کی جن میں غازی پور کے مقامی افراد کی تعداد 45، باقی انگریز اور دیگر ہندوستانی شامل تھے۔ مجموعی طور پر اس تقریب میں 28 انگریزوں، 34 ہندوؤں اور 47 مسلمانوں نے شرکت کی۔ اس تقریب کی صدارت اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس غازی پور مسٹر جی۔ ایف۔ گراہم نے کی۔ تقریب کا صدارتی جلسہ مسٹر گراہم نے پیش کیا جس کا ترجمہ منشی محمد یار خان نے پڑھ کر سنایا۔ صدارتی جلسے کے الفاظ کچھ یوں تھے:۔

> "اس وقت تک تمام مغربی علوم کے دروازے ایشیا کے لوگوں کے لیے بند ہیں اور جب کہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ انھیں علوم پر ملک کی ترقی کا انحصار ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ جو ہندوستان کی بقا میں دلچسپی رکھتے ہیں ہماری سوسائٹی کو اپنا تعاون دیں گے۔ ہم میں سے زیادہ تر کو یہ بھی معلوم نہ ہو گا کہ ہندوستان میں کتنے ایسے لوگ ہیں جن کو ہماری اس بیش قیمت زمین میں چھپے خزانوں کا علم نہیں، کتنے لوگوں کو زمین جوتنے کے طریقوں یا پانی کی سطح کو اونچا کرنے یا کپاس سے کپڑا تیار کرنے یا اس طرح کی دوسری بنیادی باتوں یا طریقوں کا علم ہے جن کو ہمارے کسان استعمال میں لاتے ہیں۔ بہت سی ایسی کتابیں جن کا تعلق مندرجہ بالا چیزوں سے ہے ان کا ترجمہ اس سوسائٹی کے ذریعے کیا جائے گا۔ تاکہ یہ علوم عام لوگوں تک پہنچ سکیں۔ اس کام میں ہندوستان کے تمام لوگوں کا تعاون درکار ہو گا۔ اس سوسائٹی کے بانی سر سید احمد خان کا مقصد انگریزی پڑھنے میں کوئی رکاوٹ پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ اصل مقصد انگریزی ادب کو عوام تک پہنچانا ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ ملک میں معاشی خوشحالی اور ثقافتی ترقی کو بڑھاوا ملے" (4)

مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنٹفک سوسائٹی کا مقصد جدید مغربی علوم وفنون کا نہ صرف ترجمہ کروانا تھا بلکہ سائنسی علوم فنون کے تجربات اور آلات کا استعمال بھی ہندوستانی عوام کو سکھانا تھا کہ تہذیب و تمدن کے ساتھ لوگوں کو جدید علوم سے آشنائی بھی حاصل ہو سکے۔ مذکورہ سوسائٹی کے اغراض و مقاصد میں براہِ راست تو اصطلاحات سازی شامل نہ تھی ہاں البتہ ترجمہ نگاری کے سبب بہت سے جدید علوم وفنون کی اصطلاحوں کو مقامی زبانوں میں منتقل کیا گیا۔

اس سوسائٹی نے ابتدا میں دو مترجمین کا تقرر کیا جن میں بابو گنگا پرساد انگریزی مترجم جب کہ مولوی فیاض الحسن ورناکلیر مترجم تھے۔ بابو گنگا پرساد جدید مغربی علوم کی انگریزی کتب کو اردو زبان میں منتقل کرتے بعد ازاں مولوی فیاض الحسن عبارت کو رواں، چست اور سلیس بناتے۔ شروعاً متفرق کتب (تاریخ، جغرافیہ، طبیعات، فلکیات، منطق، فلاحت) وغیرہ پر 28 کتب کے تراجم کیے گئے۔

اس سوسائٹی نے نہ صرف سائنسی علوم کے اردو میں تراجم کیے بلکہ بلکہ سے سائنسی تجربات کو عملاً بھی کر کے دکھایا تاکہ عوام ان علوم سے کماحقہ آشنائی حاصل کر سکیں۔ ان تجربات کے لیے ڈاکٹر کلکلی کی خدمات لی گئیں۔ ڈاکٹر کلکلی 1867 میں ہر ماہ کے آخر میں فزکس پر نہ صرف مفصل لیکچر دیتے بلکہ سوسائٹی کی لیب میں سائنسی آلات کی مدد سے (جو مغرب سے خاص طور پر منگوائے گئے تھے) لوگوں کے سامنے کر کے دکھاتے۔

3 اکتوبر 1866 میں سر سید نے فلاحت کے متعلق ایک جامع رسالہ "متضمن مختلف قواعد کاشت کاری اضلاع متعدد واقع ممالک مشرقی" ترتیب دیا۔ اس رسالے میں کاشت کاری کے جدید اصول، اور آلات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ مذکورہ رسالے میں سر سید نے زراعت کی بیشتر اصطلاحوں کے اردو تراجم کیے ہیں۔ مزید برآں انگریز مصنف رابرٹ اسکاٹ برن کی کتاب کو اردو میں ترجمہ کر کے "رسالہ علمِ فلاحت مع تصویرات" کو 1865 میں شائع کیا گیا۔ اس رسالے میں بھی بیشتر علمِ فلاحت کی اصطلاحوں کو انگریزی زبان کی مدد سے اردو زبان میں منتقل کیا گیا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

مجموعی طور اس سوسائٹی نے سائنسی علوم، تاریخ، منطق، فلکیات، زراعت، بجلی، میکانیات، طبیعات وغیرہ پر کم و بیش 45 رسائل و کتب کو شائع کیا جس میں 17 کتب منشی ذکاءاللہ کی ہیں۔ چار جلدوں پر مشتمل رسالہ علمِ جغرافیہ کا ترجمہ انگریز مصنف ولیم جانسن نے کیا جس میں جغرافیہ کی بے شمار اصطلاحیں اردو میں منتقل کی گئیں۔ اسی طرح برقیات پر ایک رسالہ "برق" بھی انگریزی زبان سے اردو میں منتقل کیا گیا۔ اس رسالے کے مترجم انگریز مصنف سر ولیم آسٹو ہیں۔ مذکورہ سوسائٹی میں منشی نول کشور، نواب ضیاالدین خان، منشی بابو گنگا پرساد، مسٹر گراہم، مسٹر بیکول، مسٹر جان فلپس، سر جان مالکوم، مصتر لا ہبی، ارمن صاحب، برنیر صاحب، جان کلک صاحب، مسٹر ڈائلی، مسٹر میکس ملر، مسٹر بکل، سر ولیم آسٹو، ولیم جانسن، سر سید احمد خان اور مولوی فیاض الحسن خاں کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

اس سوسائٹی کے تحت جتنی بھی کتب یا رسائل شائع کیے گئے ان کتب و رسائل میں جہاں بھی کوئی سائنسی یا علمی اصطلاح در آتی حواشی میں ان کی وضاحت بھی کر دی جاتی۔ یوں سر سید احمد خان کی سائنٹیفک سوسائٹی نے سائنسی علوم و فنون کی بیش بہا اصطلاحوں کو اردو میں ترجمہ نگاری کے ذریعے منتقل کیا۔

سائنٹیفک سوسائٹی بہار (1868)

سر سید احمد خان نے جس منشور کے تحت سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ کی بنیاد رکھی اسی منشور کی بنیاد پر صوبہ بہار کے ایک ذیلی شہر مظفر گڑھ میں بھی سائنٹیفک سوسائٹی بہار (مظفر گڑھ) قائم کی۔ اس سوسائٹی کی بنیاد 24 مئی 1868 کو رکھی گئی۔ سر سید نے اس سوسائٹی کی ادارت نارمل سکول پٹنہ کے سابق سپرنٹنڈنٹ رائے سوہن لال کو سونپی۔ رائے سوہن لال پہلے بھی سید حسن بلگرامی کے ساتھ مل کر اصطلاحات سازی کے فن میں اپنے علمی جواہر دکھا چکے تھے۔ اس سوسائٹی کے قیام سے آپ کے علمی جواہر اور زیادہ کھل کر عیاں ہوئے۔ رائے سوہن لال نے سیاسیات، فلکیات، جغرافیہ، طبیعات، جبر و مقابلہ، حیاتیات، معدنیات، تاریخ اور فلکیات کے علوم میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

انجمن ترقیِ اردو ہند (1902)

1857 کی جنگ آزادی نے جہاں برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ان مٹ اثرات مرتب کیے وہاں اردو زبان و اب پر بھی گہرے نقوش چھوڑے۔ 1857 کی جنگ آزادی کے سبب پیدا ہونے والی ابتری حالت، مایوسی اور ناامیدی کا ایک ہی حل تھا کہ ایک طرف تو انگریز سرکار سے مثبت تعلقات کشید کیے جائیں تو دوسری طرف جدید علوم و فنون پر مضبوط گرفت حاصل کی جائے۔ مذکورہ اغراض کے تحت سر سید احمد خاں نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس منعقدہ علی گڑھ کی بنیاد ڈالی۔ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں مزید توسیع کے لیے علی گڑھ میں 31 دسمبر 1902 کو تیرھویں سالانہ کانفرنس منعقد کی گئی۔ یہ کانفرنس مورخہ 31 دسمبر 1902 تا 4 جنوری 1903 جاری رہی۔ اس کانفرنس میں متفقہ طور پر محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے مزید تین شعبہ جات (سیکشن سوشل ریفارم، سیکشن امورِ متفرقات، لٹریری سیکشن) کی منظوری دی گئی۔ ان تین نئے شعبہ جات میں سے لٹریری سیکشن کو بعد میں انجمن ترقیِ اردو ھند (دہلی) کے نام سے جانا جانے لگا۔ انجمن ترقی اردو کے قیام کے بارے میں مولانا شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"انجمن 4 جنوری 1903 کو سالانہ محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں قائم ہوئی" (5)

ابتدا میں تو یہ محض ایک علمی شعبہ تھا مگر تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ یہ ایک متحرک مجلس تھی جس نے اردو زبان و ادب اور دیگر جدید علوم میں کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ انجمن ترقیِ اردو کو دہلی صدر مقام میں جنوری 1903 کو قائم کیا گیا۔ انگریز سرکار کے ساتھ مثبت تعلقات استوار کرنے کی غرض سے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور تھامس آرنلڈ کو انجمن کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ سیکرٹری انجمن ترقیِ اردو کے لیے معروف محقق، علامہ شبلی نعمانی کو چنا گیا۔ شبلی نعمانی ان دنوں حیدر آباد دکن میں بذریعہ ملازمت مقیم تھے۔ علاوہ ازیں آپ ندوۃ العلما میں بھی اپنی خدمات انجام دے رہے تھے۔ مولانا کی شخصیت مذکورہ عہدے کے لیے نہایت موزوں تھی مگر کثیر المصروفیت اور ضعف و علالت کے سبب آپ نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے انیسویں اجلاس منعقدہ علی گڑھ میں 1905 کو بذیعہ خط اپنا استعفیٰ پیش کیا۔ مولانا شبلی نعمانی نے اپنے اسسٹنٹ سیکریٹری علامہ حامد علی صدیقی سہارن پوری کی مدد سے انجمن ترقیِ اردو کے تحت ترجمہ کی جانیوالی کتب کی نہ صرف فہرست تیار کی بلکہ دیگر سائنسی علوم کی اصطلاحات پر کام شروع بھی کر دیا تھا۔ مولانا کے مستعفی ہو جانے کے بعد عارضی طور پر حبیب الرحمٰن خان شیر وانی کو انجمن کا اعزازی سیکرٹری منتخب کر لیا گیا۔ حبیب الرحمان خان شیر وانی نے سائنس کی ڈکشنری، انگریزی اردو ڈکشنری اور اصطلاحاتِ کیمیا پر کام شروع کیا۔ مگر مولانا کی نجی مصروفیات نے انھیں اس عہدے سے مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا اور یوں مولانا حبیب الرحمان خان شیر وانی نے انجمن ترقیِ اردو سے میں 1909 علاحدگی اختیار کر لی۔ ۔1909 میں انجمن کے مستقل معتمد (سیکرٹری) کے لیے عیز مرزا صاحب کو چنا گیا۔ یوں عزیز مرزا صاحب انجمن ترقیِ اردو کے دوسرے باقاعدہ سیکرٹری بن گئے۔ عزیز مرزا صاحب نے بڑی تن دہی اور جاں فشانی کے ساتھ انجمن ترقیِ اردو کی ذمہ داریوں کو نبھانا شروع کیا۔ مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ 1912 میں دردِ گردہ کے سبب عزیز مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا اور یوں انجمن ترقیِ اردو ایک بار پھر شدید متاثر ہو گئی۔ عزیز مرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کے

جانشین سجاد مرزا نے انجمن کے سیکریٹری کے طور انجمن کی ذمہ داریاں نبھانا شروع کر دیں۔ عزیز مرزا کی وفات کے بعد یہ خیال عام ہو گیا تھا کہ اب انجمن کا سرے سے ہی خاتمہ ہو جائے گا۔ مگر ان کے جانشین سجاد مرزا نے والد کے انتقال کے فوری بعد ہی اعزازی طور انجمن کے علمی سفر کی باگ ڈور سنبھال کر معمول کی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ ادھر انجمن ترقیِ اردو کے لیے مستقل سیکرٹری کی تلاش بھی جاری کر دی گئی۔

انجمن ترقیِ اردو کے 26 ویں سالانہ اجلاس بہ مقام لکھنؤ میں حیدر آباد دکن اور ملک و کے طول و عرض سے اصحاب نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں انجمن ترقیِ اردو کے مسائل و مشکلات اور احداف کی تفصیلی رپورٹ پیش کی گئی۔ ساتھ ہی صاحب زادہ آفتاب احمد خان نے انجمن ترقیِ اردو کے سیکریٹری کے لیے مولوی عبد الحق صاحب کی اعزازی تعیناتی کا اعلان کر دیا۔ اس وقت مولوی عبد الحق صاحب اورنگ آباد، حیدر آباد دکن میں مہتمم تعلیمات کے کے سرکاری عہدے پر فائز تھے۔ مولوی صاحب نے اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا اور یوں 1913 میں مولوی عبد الحق صاحب کو آنریری سیکریٹری بنا دیا گیا۔ مولوی صاحب کے سیکریٹری بننے کے ساتھ ہی انجمن کا صدر دفتر علی گڑھ سے اورنگ آباد (حیدر آباد دکن) منتقل ہو گیا۔ دفتر کیا تھا۔ صرف ایک صندوق ہی انجمن کا کل اثاثہ تھا جس میں چند ضروری رجسٹر اور کاغذات تھے۔ مولوی صاحب نے صندوق کو سر پہ اٹھایا اور یوں انجمن ترقیِ اردو کا صدر دفتر اورنگ آباد منتقل ہو گیا۔ مولوی عبد الحق فرماتے ہیں:

> "میں نے بہت ڈرتے ڈرتے اس بارِ گراں کو اپنے ذمہ لیا کیوں کہ جس قدر یہ کام ضروری ہے اسی قدر مشکل بھی ہے۔ اردو زبان میں علوم و فنون لانے کے لیے ایسے اصحاب کی ضرورت ہے جو علومِ مشرقی و مغربی دونوں میں ماہر ہوں اور ایسے لوگ ہماری قوم میں شاذ و نادر ہیں۔ دوسری مشکل اس کام میں کافی سرمایہ بہم پہنچانے کی ہے۔ یہ کام اس قدر بڑا، اس قدر وسیع اور ایسا اہم ہے کہ جب تک ہزاروں نہیں لاکھوں کا سرمایہ نہ ہو ااس کو خاطر خواہ چلانا ممکن نہیں۔ تاہم چند مہینوں میں اپنی بساط کے موافق جو کوشش اس بارے میں میں نے کی ہے اس کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس شعبہ کا کام استقلال اور ہمدردی سے چلایا جائے تو مایوسی کی وجہ نہیں ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ چند سال کے بعد کانفرنس کا یہ شعبہ سب سے زیادہ مفید اور کامیاب ثابت ہو گا"(6)

مذکورہ اقتباس میں جن مسائل کا مولوی صاحب نے ذکر کیا ہے۔ مولوی صاحب کی دور اندیشی، فہم و فراست، لیاقت اور ثابت قدمی نے ان سے نمٹنے کے لیے موصوف کو اور زیادہ مستعد اور باہمت بنا دیا۔ مولوی صاحب نے سب سے پہلے اس انجمن کو کل ہندوستانی بنایا۔ مذہب و علاقہ کی عصبیت سے پاک کیا۔ اپنے ساتھ بے شمار ہندو اراکین کو بھی شامل کیا۔ مزید براں ملک کے طول و عرض میں خطوط لکھ کر اراکین کو اس میں شامل ہونے کی دعوتیں دیں۔ مولوی صاحب نے پہلے سال ہی 43 نئے اراکین شامل کیے۔ شبلی نعمانی صاحب نے جب انجمن کی ذمہ داری سے سبکدوشی اختیار کی تھی تب انجمن کے پاس صرف ایک سو پچیس روپے کا چندہ تھا، مولوی صاحب نے چندہ اگاہنے کے لیے پہلے خود سے شروعات کیں۔ 60 روپے سالانہ چندہ جمع کروایا۔ علاوہ ازیں مشہور رسائل کے مدیران کو بھی اس انجمن میں شامل کیا۔ مولوی صاحب کے پاس پہلے ہی سال اس قدر چندہ جمع ہو گیا کہ انجمن کے انتظام و انصرام کو کم از کم ایک سال کے لیے بہ طریقِ احسن چلایا جا سکتا تھا۔

مولوی صاحب کی شخصیت انجمن ترقیِ اردو کی ترقی کے لیے نہایت ہی مفید ثابت ہوئی۔ مولوی صاحب نے پہلے سال ہی انجمن ترقیِ اردو کی دو نئی شاخیں ایک حیدر آباد دکن میں جب کہ دوسری پٹنہ میں قائم کی۔ حیدر آباد دکن کے لیے سید حیدر علی نظم طباطبائی جب کہ پٹنہ کے لیے خان محمد بہادر علی شاد عظیم آبادی کو بطور سیکریٹری چنا گیا۔

انجمن ترقیِ اردو ایک خیراتی ادارہ تھا جسے حکومتِ وقت کی مالی اعانت بالکل حاصل نہ تھی۔ مولوی صاحب نے اس کے انتظامات کو مزید آسان بنانے کے لیے نواب عماد الملک کو انجمن ترقیِ اردو کا صدر بننے کی درخواست پیش کی۔ نواب صاحب نے اسے قبول کیا۔ یوں 5 روپے ماہوار مالی اعانت ملنا شروع ہو گئی۔ انجمن نے اسی غرض کے تحت پروفیسر آرنلڈ کو بھی اس انجمن کا پہلا صدر مقرر کر لیا گیا۔ مگر پروفیسر آرنلڈ صرف ایک سال ہی صدر رہے بعد میں وہ لاہور منتقل ہو گئے۔ تب سے صدارت کے لیے نشست خالی تھی۔ نواب صاحب نے صدر بنتے ہی انجمن کو نظام حیدر آباد دکن کی سرپرستی میں لینے کے لیے سفارش کی جسے قبول کیا گیا۔ یوں انجمن ترقی اردو 1914 میں نظام حیدر آباد کی سرپرستی میں آ گئی۔ اس ضمن میں فرماں روائے عثمانیہ حیدر آباد دکن بیان کرتے ہیں:

> "انجمن ترقیِ اردو کا سرپرست ہونا میں بہت خوشی سے قبول کرتا ہوں اور اس انجمن کے مقاصد کی کامیابی میں دل چسپی کے ساتھ خواہاں رہوں گا" (7)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

جیسے ہی فرماں روائے عثمانیہ کی سرپرستی ملی، انجمن کے دن پھرنے لگے۔ 1200 روپے ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا گیا۔ علاوہ ازیں دفاتر اور دیگر ضروری سامان کے لیے بھی مالی اعانت دی گئی۔ مولوی صاحب نے بیگم بھوپال سے 300 ہزار روپے وظیفہ بسلسہ اشاعتِ کتب وصول کیا۔ مولوی صاحب کا اوڑھنا بچھونا سب کچھ انجمن ترقی اردو ہی تھا۔ جو کماتے سب کچھ انجمن کے لیے عطیہ کر دیتے۔ مولوی صاحب کی سرپرستی میں انجمن کی شاخیں پورے ہندوستاں میں پھیلنا شروع ہو گئیں۔ تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ یہ ایک انجمن ہی نہیں بلکہ اردو زبان وادب اور جدید علوم وفنون کی ترقی کے لیے نہایت فعال تحریک بھی ہے۔ انجمن ترقی اردو کو مزید فعال بنانے کے لیے مزید کمیٹیاں (ادبی کمیٹی، مجلسِ نظمانہ، اشاعتی کمیٹی، اصلاحِ زبان کی کمیٹی) قائم کی گئیں۔

انجمن ترقی اردو جدید سائنسی علوم کی اصطلاحات پر مشتمل فرہنگ "فرہنگ اصطلاحاتِ علمیہ" کو شروع دن سے شائع کرنے لیے کوشاں تھی مگر مالی کمزوری آڑے آجاتی۔ اب عثمانیہ خاندان کی مالی سرپرستی ملنے سے اسے تین حصوں میں شائع کیا گیا۔ علاوہ ازیں دو مزید رسائل "ہماری زبان" اور "معاشیات" بھی جاری کیے گئے۔

انجمن ترقیِ اردو (ہند) نے لغات واصطلاحات کا بیش بہا خزانہ شائع کیا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اصطلاحاتِ جغرافیہ مرتبہ ابرار حسین قادری، کل صفحات: 288

دی اسٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری مرتبہ مولوی عبدالحق کل صفحات: 290

فرہنگ اِصطلاحاتِ پیشہ وراں جلد اول تا ہشتم مرتبہ مولوی ظفر الرحمٰن دھلوی کل صفحات: 980

فرہنگ اصطلاحاتِ علمِ ہیئات (فلکیات) مرتبہ انجمن ترقیِ اردو کل صفحات: 289

فرہنگ اصطلاحاتِ علمیہ حصہ اول مرتبہ انجمن ترقی اردو کل صفحات: 283

فرہنگ اصطلاحاتِ علمیہ حصہ دوم مرتبہ انجمن ترقیِ اردو کل صفحات: 286

فرہنگ اصطلاحاتِ علمیہ حصہ سوم مرتبہ انجمن ترقیِ اردو کل صفحات: 385

فرہنگ اصطلاحاتِ کیمیا مرتبہ انجمن ترقیِ اردو کراچی، 1953: کل صفحات: 137

وضعِ اصطلاحات مرتبہ مولوی وحید الدین سلیم کل صفحات: 275

انجمن ترقیِ اردو نے "وضعِ اصطلاحات" کی شکل میں اصطلاحات سازی کا ایک ایسا نادر کارنامہ سرانجام دیا جسے کبھی بھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ مولوی وحید الدین سلیم صاحب کی یہ تصنیف اردو ادب میں پہلی مفصل اصطلاحاتی کاوش ہے جو اردو ادب میں ایک اہم سنگِ میل کی ثابت ہوئی۔

انجمن ترقیِ اردو نے جامعہ عثمانیہ یونیورسٹی کے دارالترجمہ کے لیے نہ صرف تحریک پیدا کی بلکہ اس کے قیام کے لیے راہیں بھی ہموار کیں۔

انجمن ترقیِ اردو کو حیدر آباد دکن میں وسیع پھلنے پھولنے کے مواقع میسر آئے۔ انجمن کے کتب خانہ، اشاعت وطباعت میں اضافہ ہونے لگا مگر حیدر آباد چوں کہ دور افتادہ مقام تھا اس لیے یہاں کاغذ، چھپوائی، کاتب اور دیگر طباعتی سامان کی فراہمی میں خاصی دشواری آ رہی تھی۔ دوسری طرف اردو زبان کو وسیع زبان بنانے کے لیے غیر ملکی سیاحوں سے تبادلہ خیال بھی ضروری تھا۔ چوں کہ دہلی صدر مقام تھا وہاں سیاحوں کی آمد ورفت ہوتی رہتی تھی اور وہاں طباعت کے لیے زیادہ سازگار ماحول تھا۔ ان مسائل کے علاوہ ایک سب سے اہم مسئلہ گاندھی جی اور ہندو کانگریسی راہنماؤں کی اردو مخالفت پالیسی تھی۔ مولوی صاحب نے جب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ناگپور ہندی ساہتیہ پریشد کے اجلاس میں یہ لوگ اردو کو ختم کر کے ہندی لانا چاہتے ہیں تو مولوی صاحب نے 25 کتوبر 1936 علی گڑھ میں آل انڈیا اردو کانفرنس میں انجمن ترقیِ اردو کے دفتر کو اورنگ آباد (حیدر آباد دکن) سے دہلی منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ چناں چہ انجمن ترقیِ اردو کا دفتر دہلی منتقل کر دیا گیا۔

دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن (1919)

اردو زبان وادب میں اصطلاحات سازی کے فروغ کے لیے حیدر آباد دکن کی جامعہ عثمانیہ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ حیدر آباد دکن میں جامعہ عثمانیہ پہلی درس گاہ ہے جس نے کالج کی سطح پر اردو ذریعہ تعلیم اور اصطلاحات سازی کا بیڑا اٹھایا۔ گو حیدر آباد دکن میں سر اکبر حیدری کی کوششوں سے مڈل تک اردو ذریعہ تعلیم بن چکی تھی مگر کالج کی سطح تک اردو زبان ذریعہ تعلیم جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کے قیام سے ہی ممکن ہوئی۔ 26 اپریل 1919 کو نظام حیدر آباد دکن کی اکتیسویں سالگرہ کے موقع پر حیدر آباد دکن کے

عوام کے لیے جامعہ عثمانیہ کے قیام کی نوید سنائی گئی۔ مگر عملی طور پر 28 اگست 1919 کو آغا منزل حیدر آباد دکن نواب حیدر یار جنگ نے پہلے وائ چانسلر کی حیثیت سے صبح 10 بجے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کا افتتاح کر کے جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن کا سنگِ بنیاد رکھا۔

شمس الامرا امیر عثمان نے انفرادی طور اپنے ذاتی قائم کردہ دار الترجمہ میں بہت سی سائنسی اصطلاحوں کو یکجا کر لیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں پہلی بار میٹرک اور انٹر میڈیٹ کے طلبا کے لیے درسی ضرورت کے مطابق انگریزی اصطلاحوں کو ترجمہ کر کے شاملِ نصاب کرنا تھا۔ سو یہی ضرورت شعبہ تالیف و ترجمہ جسے دار الترجمہ کے نام جانا جاتا ہے کے قیام کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔ آگے چل کر یہ دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے لیے مزید راہیں ہموار کرتا گیا۔

17 اگست 1917 کو حیدر آباد دکن میں ریلوے اسٹیشن کے بالمقابل لکڑی کی بنی ہوئی عمارت میں جز وقتی شعبہ تالیف و ترجمہ جسے دار الترجمہ کے نام سے زیادہ جانا جاتا ہے کی بنیاد رکھی گئی۔ مذکورہ عمارت میں یہ شعبہ صرف 3 سال کے لیے رہا بعد ازاں یہ شعبہ جامعہ عثمانیہ میں منتقل ہو گیا اور اس عمارت کو رائل ہوٹل میں تبدیل کر دیا گیا۔ مگر یادگار کے طور پر آج بھی شعبہ تالیف و ترجمہ لکڑی کا بنا ہوا چائے خانہ محفوظ ہے۔

شروعاً آرٹس کے مضامین کے لیے ایک مترجم جب کہ سائنسی مضامین کے لیے دو مترجمین بھرتی کیے گئے۔ مترجم کی بھرتی کے دوران اس امر کا خاص خیال رکھا گیا کہ مترجم کا بیک وقت انگریزی، عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو زبان کا وسیع مطالعہ ہونا چاہیے۔ مترجمین کے تقرر کے لیے ہندوستان کے طول و عرض سے خطوط لکھ کر جانکاری لی گئی۔ مزید برآں ان کی رہائش اور دیگر مراعات کا بھی اعلان کیا گیا تاکہ موزوں ترین تقرریاں عمل میں لائی جا سکیں۔ سر اکبر حیدری اور دیگر ذمہ داران نے عمیق دلچسپی سے پورے ہندوستان سے مترجمین کو مدعو کیا۔ ابتدا میں قاضی محمد حسین، قاضی تلمذ حسین، محمد الیاس برنی، سید ہاشم فرید آبادی، علی حیدر نظم طباطبائی، عبد اللہ عمادی، چودھری برکت علی، بلدیو سنگھ اور عبد الحلیم شرر جیسے مترجمین کی تقرریاں عمل میں لائی گئیں۔

مترجمین کے تقرر کے ساتھ ایسی شخصیت کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا گیا جس میں ایک طرف تو زبان و بیان کا وسیع مطالعہ پایا جاتا ہو تو دوسری طرف انتظامی امور سے نبرد آزما ہونے کے لیے قائدانہ صلاحیتیں بدرجہ اتم پائی جاتی ہوں۔ بے پناہ جانچ پڑتال کے بعد مولوی
عبد الحق کی شخصیت کو چنا گیا۔ مولوی صاحب کو دار الترجمہ کا معتمدِ اعلا منتخب کیا گیا۔ دار الترجمہ کے قیام کے بعد مزید چار بنیادی کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

کمیٹی نمبر: 1 نصابی کمیٹی: اس کمیٹی کا قیام دار الترجمہ کے فوری بعد (1917) میں ہی عمل میں لایا گیا۔ یہ کمیٹی کل 11 ارکان پر مشتمل تھی۔ مذکورہ کمیٹی نے طلبا کی نصابی ضرورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، مطلوبہ کتب اور مواد کا نہ صرف تعین کرنا تھا بلکہ متعین کتب کی فراہمی بھی یقینی بنانی تھی۔ اس کمیٹی کے سربراہ سر اکبر حیدری، ان کے معاون راس مسعود تھے۔ جب کہ دیگر 9 ارکان حیدر آباد دکن کے مختلف کالجوں سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اس کمیٹی نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ نہ صرف نصاب کا تعین کیا بلکہ نصابی مواد کی ترجمہ کمیٹی تک فراہمی کو بھی یقینی بنایا۔

کمیٹی نمبر: 2 انتظامی کمیٹی: اس کمیٹی کا قیام نصابی کمیٹی کے بعد 1918 میں عمل میں لایا گیا۔ انتظامی کمیٹی کا قیام در حقیقت نصابی کمیٹی کے انتظام و انصرام کو بہتر کرنے کے لیے کیا گیا۔ نظام حیدر آباد نے اپنے مراسلے میں انتظامی کمیٹی کے اغراض و مقاصد کو واضح کرتے ہوئے لکھا کہ :

> " دار الترجمہ متعلقہ عثمانیہ یونیورسٹی میں سنا جاتا ہے کہ ترتیب و لغات وغیرہ میں سخت پیچیدگیاں اور بے عنوانیاں ہوتی ہیں اور بے کار وقت ضائع ہوتا ہے لہٰذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آئندہ اس کے حسنِ انتظام کے لیے ایک انتظامی کمیٹی مجلس یعنی (ایڈمنسٹریل) بورڈ قائم کر دوں
> (8) "

مذکورہ اغراض و مقاصد کے تحت سر حبیب الرحمان خان شیروانی کو صدر الصدور جب کہ مولانا ظفر علی خان، عبد الحلیم شرر، علی حیدر نظم طباطبائی، مولوی صفیٔ الدین اور مولوی خیر المبین (واعظ پتھر گھٹی) سمیت کل 7 ارکان کو اس کمیٹی کے لیے منتخب کیا گیا۔

کمیٹی نمبر: 03 وضعِ اصطلاحات

شعبہ تالیف و ترجمہ (دار الترجمہ) میں سب سے اہم کمیٹی وضعِ اصطلاحات کی تھی۔ اس کمیٹی میں بھی قریب قریب وہی لوگ شامل تھے جو اسی شعبہ کی دیگر کمیٹیوں میں بھی اپنی ذمہ داریاں نبھا رہے تھے۔ اس کمیٹی میں ان اصحاب کو ہی جگہ دی گئی جو زبان و بیان کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ فن کے اسرار و رموز سے بھی کماحقہ آشنا تھے۔ اس کمیٹی میں مولوی عبد الحق، مولوی وحید الدین سلیم، نواب حیدر یار جنگ، علی حیدر نظم طباطبائی، علامہ عبد اللہ عمادی، عبد الباری ندوی، محی الدین قادری زور اور حکیم شمس اللہ قادری شامل

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

تھے۔اس کمیٹی میں جو لوگ شامل کیے گئے وہ ایک طرف تو زبان کے ماہر تھے دوسری طرف فن سے بھی کلی آشنا تھے۔ نتیجے کے طور پر بڑے انہماک کے ساتھ ایک ایک اصطلاح پہ پہروں طول و تکرار، بحث و تمحیص ہوتی۔ بسا اوقات یہ مباحثہ دو دو دن تک بھی جاری رہتا۔

کمیٹی نمبر:4 انجینئرنگ کمیٹی

اس کمیٹی کے ذمہ انجینئرنگ سے متعلقہ کتب اور مواد کی تجویز، فراہمی اور انجینئرنگ کی ترجمہ کردہ اصطلاحات کی نظرِ ثانی کرنا تھی۔ یہ کمیٹی 4 ارکان پر مشتمل تھی۔ انجینئرنگ کمیٹی سب سے چھوٹی کمیٹی تھی۔ عبد الرحمان خان صاحب اس کے صدر جب کہ دیگر ارکان میں پروفیسر سمیع اللہ، مسٹر گیڈ گل، اور ضیاء الدین خان انصاری مترجم و لیکچرار انجینئرنگ کالج شامل تھے۔

بعض محققین کے نزدیک دار الترجمہ میں مزید 3 اور کمیٹیاں (مجلس نظرِ ثانی، ادبی نقطہ نظر سے دیکھنے والی کمیٹی، مذہبی نقطہ نظر سے دیکھنے والی کمیٹی) بھی شامل تھیں۔ ادبی نقطہ نظر سے دیکھنے والی کمیٹی کے ناظر ادبی امور نواب حیدر یار جنگ نظم طباطبائی رہے بعد ازاں یہ عہدہ شبیر حسن خان جوش ملیح آبادی کے پاس رہا۔ اسی طرح ادبی نقطہ نظر کی کمیٹی کے ناظر مذہبی امور مولوی صفی الدین خان ان کی وفات کے بعد یہ عہدہ علامہ عبد اللہ عمادی کے پاس چلا گیا، اسی طرح نظرِ ثانی کی کمیٹی میں مولوی وحید الدین سلیم، مولوی عبد الحق اور ان دونوں مذکورہ کمیٹیوں کے اراکین شامل تھے)۔

دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ میں 1917-19 تک میٹرک اور انٹر میڈیٹ کے نصاب کے لیے تراجم اور اصطلاحیں وضع کی گئیں۔ 1919 سے لے کر 1921 تک بی۔اے کی سطح کے نصابی کتب کے تراجم کے لیے مزید 3 مترجم (سید حاکم علی، سید علی رضا اور شیخ برکت علی) کی تقرریاں کی گئیں۔ اسی تسلسل کے ساتھ 1924 میں ایم۔اے کے نصاب کی کتب کے تراجم کیے گئے۔ جب جامعہ عثمانیہ کے شعبہ تالیف و ترجمہ نے کامیابی کے ساتھ نصابی کتب کے تراجم مکمل کر لیے تو اس کے دائرہ کار کو وسعت دینے کے لیے دیگر علوم (قانون، طب، فلسفہ، جغرافیہ، سیاسیات، ریاضی، فلکیات، تاریخ، برقیات، معاشیات، تصوف اور سائنسی علوم) پر بھی کام شروع کیا گیا۔ 1925 سے لے کر 1927 تک طب، انجینئرنگ اور دیگر سائنسی علوم کے تراجم کیے گئے۔ شعبہ تالیف و ترجمہ جسے دار الترجمہ کے نام سے زیادہ جانا جاتا ہے 1917 سے لے کر 23 دسمبر 1947 تک برابر علمی جواہر بکھیرنے میں مصروف رہا۔ قیامِ پاکستان کے بعد کچھ نامساعد حالات کے سبب یہ شعبہ ختم کر دیا گیا مگر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن نے اپنی دیگر سرگرمیاں جاری رکھیں۔

1946 جامعہ عثمانیہ کی سالانہ رپورٹ کے مطابق دالترجمہ نے مجموعی طور پر کل 365 متفرق کتب کے تراجم کیے۔ 1952 کی رپورٹ کے مطابق 302 کتب کی فہرست جاری کی گئی۔ جامعہ عثمانیہ کی مذکورہ رپورٹ میں خاصا فرق پایا جاتا ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے جامعہ عثمانیہ دار الترجمہ کی عمارت کو آگ لگ گئی تھی جس کے سبب بہت سا مواد خاکستر ہو گیا۔ البتہ یہ طے ہے کہ داالترجمہ نے کل 503 کتب کا انتخاب کیا اس میں ابھی بہت سی ایسی کتب/مواد تھا جو ابھی غیر مطبوعہ تھا۔

شعبہ تالیف و ترجمہ (دار الترجمہ) جامعہ عثمانیہ نے 30 سال کی انتھک محنت کے سبب علوم علمیہ کا کثیر سرمایہ ترجمہ نگاری کے سبب اردو، عربی، فارسی اور ہندی زبانوں میں منتقل کیا۔ ایسی سائنسی اصطلاحیں اور فنی اصطلاحیں جن کے مترادفات یا اسمار دو زبان یا دیگر مانوس زبانوں (عربی، فارسی، ہندی) میں نہ ملے ان کو بعینہٖ قبول کر لیا گیا۔

جامعہ عثمانیہ کے شعبہ تالیف و ترجمہ نے اصطلاحات سازی کے ضمن میں کیا کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔

اس بابت رائے جانکی پرشاد لکھتے ہیں:

> "جامعہ عثمانیہ میں وضعِ اصطلاحات کی مجلسوں نے 1939 تک علوم و فنون کی 55 ہزار اصطلاحیں تیار کر لی تھیں اور بعد میں کوئی دس سال تک یہ کام جاری رہا مگر افسوس ہے ان کی وضع کی ہوئی ساری اصطلاحوں کو یکجا نہیں کیا گیا" (9)

افسوس علاقائی تعصب کے سبب جامعہ عثمانیہ کی اس طویل کاوش کو وہ پذیرائی نہ مل سکی جس کی وہ حقدار تھی۔

شعبہ تالیف و ترجمہ نے اصطلاحات سازی کے راہنما اصول بھی وضع کیے جن کی تفصیل آگے چل کر بیان کی جائے گی۔۔ علاوہ ازیں رائے جانکی پرشاد صاحب نے جس خدشے کا اظہار کیا ہے۔ معروف محقق ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے کئی سالوں کی طویل ریاضت کے بعد جامعہ عثمانیہ کی وضع کردہ اصطلاحات کو "فرہنگِ جامعہ عثمانیہ" کے نام سے مقتدرہ قومی زبان پاکستان سے 1991 کو دو جلدوں میں شائع کروا دیا ہے۔ جمیل جالبی صاحب کی یہ کاوش ہمیشہ یاد رکھی جائے گی۔

دار الترجمہ جامعہ عثمانیہ کے علمی سرمائے کو کتابی شکل میں دینے کے لیے انجمن ترقی اردو ہند نے بھرپور ساتھ دیا۔ یوں انجمن ترقی اردو ہند نے اس علمی و تحقیقی سفر کی باگ ڈور خود سنبھال لی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

راقم کی نظر سے جامعہ عثمانیہ کی درج ذیل اصطلاحاتی کاوشیں گزری ہیں:

"مجموعہ اصطلاحات" شعبہ تالیف و ترجمہ جامعہ عثمانیہ، دارالطبع جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، :1969، کل صفحات:216

"مجموعہ اصطلاحاتِ تدریسیات" ایضاً، ایضاً، سنِ اشاعت:1946، کل صفحات:282

"اصطلاحاتِ فنِ صحرا" سید عبدالواحد، حیدر آباد دکن، دارالطبع سرکارِ عالی جامعہ عثمانیہ، :1945، کل صفحات:43

"مصطلحاتِ طب (جلد اول)" ڈار لینڈ، اسٹینڈ مین گولڈ، ایضاً، :1948، کل صفحات:384

"نشری اصطلاحیں" حیدر آباد دکن، دارالطبع سرکارِ عالی، :س،ن، کل صفحات:20

"طریقِ تسمیہ برائے علمِ کیمیا" برکت علی چودھری، ایضاً، 1918، کل صفحات:103

"لاسلکی نشر" حبیب احمد فاروقی، ایضاً، 1926، کل صفحات:75

"علمِ اخلاق" مصنف میکنزی جان ایس، مترجم مولوی عبدالباری ندوی، ایضاً، 1923، کل صفحات:414

(مذکورہ کتاب کے آغاز میں 8 صفحات کی فلسفہ کی اصطلاحات کی فرہنگ لف ہے)

اب ان تصانیف کا تذکرہ کیا جارہا ہے جن کے آخر میں کچھ صفحات کی فرہنگ دی گئی ہے:۔

"رسالہ پیمائش جلد سوم" مصنف ویل سی جے، مترجم محمد رضااللہ دھلوی، ایضاً، 1939، کل صفحات:312

"رسالہ مساحت جلد دوم" پیرپوائنٹ، مترجم محمد عزیزالرحمان، ایضاً، 1929، کل صفحات:331

"رسالہ مساحت جلد اول" ایضاً:1929، کل صفحات:290

"نقشہ کشی (حصہ اول)، مصنف ای ایچ ڈی وی اٹکنسن، مترجم سید عبدالرحمان، ایضاً، 1932، کل صفحات:269

"نقشہ کشی (حصہ دوم)" ایضاً، 1932، کل صفحات:390

"مخروطی تراشیں" چارلس اسمتھ، مترجم محمد نذیرالدین، ایضاً، 1941، کل صفحات:256

"تعمیروں کا نظریہ اور تجویز (حصہ اول)" اینڈروز، ائورٹ ایس، مترجم مولوی ضیاالدین، ایضاً، 1938، 406

"ایضاً حصہ دوم"، ایضاً، 1941، کل صفحات:858

"چنائی" پارلو جی ٹی، مترجم سید منظور حسین، ایضاً، 1940، کل صفحات:281

"ہندسی مخروطات" کوک اینڈ والٹر زشوٹ، قاضی محمد حسین، ایضاً، 1939، کل صفحات:383

"محکم کنکریٹ کی تجویز (جلد اول)، پی جی آسکر بوی، فیبر، مترجم مولوی ضیاالدین انصاری، 1936، 447 صفحات

"حفظانی انجینئرنگ (آبِ رسانی) حصہ اول" سی ای وی گومان، مرزا محمد احمد، ایضاً، 1944، کل صفحات:210

"ایضاً جلد دوم" ایضاً، 1943، کل صفحات:191

"ماقوائیات (نقشہ جات واشکال)، کرنل ایچ۔ ڈی لو، محمد نعمت اللہ، ایضاً، 1944، کل صفحات:219

"سڑکیں" ڈبلیو بی ہوزڈن، غلام محمد خان، ایضاً 1931، کل صفحات:383

"مضبوطی اشیا جلد اول" مارلے آرتھر، مولوی ضیاءالدین انصاری، 1939، کل صفحات:554

"ایضاً جلد دوم" ایضاً، 1941، کل صفحات:1524

"رسالہ تعمیرِ عمارت" سی ای وی گومان، عظمت اللہ، ایضاً، 1932، کل صفحات:124

"اشیائے تعمیر" ایضاً، محمد اسد اللہ، ایضاً، 1932، کل صفحات:246

"مٹی کا کام" جی ٹی بارلو، سید منظور حسین، ایضاً، 1944، کل صفحات:181

"نجاری" جی جے میڈلے، للت موھن مکر جی، ایضاً، 1931، کل صفحات: 61

"کیمیائی فعلیات" ڈبلیو ڈی ہیلی برٹن، مترجم ڈاکٹر شاہ نواز، ایضاً، 1935، کل صفحات: 642

"فعلیات وحیاتی کیمیا (جلد اول)، ڈاکٹر محمد عثمان خان، ایضاً، 1945، کل صفحات: 462

"ماسکونیات" ڈبلیو ایچ ویمرے، اے ایس بیسمنٹ، مترجم محمد نذیر الدین، سن، اشاعت: 1931، کل صفحات: 376

حوالہ جات

1. انجمن ترقی اردو علی گڑھ، "فورٹ سینٹ جارج کالج، مطبوعہ ہفتہ وار ہماری زبان،" علی گڑھ: 8 ستمبر۔1970، ص: 07
2. کمال الدین حیدر، سید "رسالہ مقاصد العلوم" لکھنؤ: مطبع سلطانی، 1841، ص: 05
3. عبدالحق، مولوی، "مرحوم دہلی کالج" دہلی: انجمن ترقی اردو ہند، 1989، ص: 134، طبع سوم
4. سائنٹیفک سوسائٹی علی گڑھ" روئیداد نمبر: 06 "، الہ آباد: گورنمنٹ پریس، 16 اگست 1864
5. محسن الملک، نواب "رپورٹ محمڈن اینگلو ایجوکیشنل سالانہ سولھویں کانفرنس باب ماہِ دسمبر و جنوری 1903" علی گڑھ: مطبع احمدی، 1903، ص: 326
6. انجمن ترقی اردو "رپورٹ شعبہ علمیہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس بابت 1913" لکھنؤ: الناظر پریس، 1913، ص: 3
7. ایضاً "رپورٹ شعبہ علمیہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس بابت 1914" ایضاً: ایضاً، 1914، ص: 4
8. نقل مطابق اصل قسط نمبر 80" سلک دوم، حیدر آباد، اسٹیٹ آرکائز، س۔ن، ص: 03
9. طلبہ کلیہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن" جامعہ عثمانیہ اور اردو اصطلاحیں "ماخوذ مجلّہ عثمانیہ، حیدر آباد: 1960، ص: 43